# ہندوستانی مشترکہ تہذیب اور اودھ کی اردو شاعری پر اس کے اثرات

Muqeem Ullah Khan
DA. Staff Quarter
Shalimar Bagh -Delhi

**تلخیص:۔** اودھ جو قدیم دور سے ہی ہندوستانی تہذیب کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ رام کی جائے پیدائش اجودھیا کا تعلق بھی اودھ سے ہی ہے جو کہ ہندوؤں کے اہم مقدس مقامات میں سب سے اہم ہے۔ مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کے کچھ عرصے بعد مسلمان صوبہ اودھ میں آباد ہونے لگے، یہ علاقہ بھی مسلم سلطنت کا ایک اہم حصہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ دونوں قوموں کی تہذیب میں آمیزش ہوئی، جس سے دونوں قوموں کی تہذیب میں مماثلت بھی پیدا ہوگئی ساتھ ہی وہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب آتے گئے۔ یہی تہذیب آگے چل کر 'گنگا جمنی' تہذیب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مشترکہ تہذیب کے سبب ہندو مسلمان باہم ایک دوسرے کے رسم و رواج اور تہواروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ ہندوؤں کے تہواروں میں مسلم اور مسلمانوں کے تہواروں میں ہندو کثرت کے ساتھ شامل ہوا کرتے تھے۔ دونوں مذاہب کے درمیان یگانیت بڑھانے میں نوابین اودھ کا غیر معمولی تعاون رہا ہے۔

------------

کلیدی الفاظ: تہذیب#مشترکہ تہذیب# ہندوستانی تہوار# شاہانِ اودھ #رسم و رواج#لکھنؤ#اودھی شاعری

لفظ 'تہذیب' ہماری زندگی میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ دراصل تہذیب ہماری عادات واطوار کے مجموعے کا نام ہے، جس میں زبان، سوچ، فکر، مکان، لباس، اخلاق، احساس، موسیقی، تعمیر، تحریک، طرز عمل، قانون، عقیدہ، رسم، یقین سبھی کچھ شامل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سبھی سماج کے تہذیب واقدار ایک جیسے ہوں۔ جس طرح سے ہر ایک فرد اپنی قدر کے اعتبار سے ایک الگ پہچان رکھتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے کوئی بھی جماعت یا سماج اپنی منفرد تہذیب شناخت رکھتا ہے۔ اگر ایک قوم یا جماعت کی تہذیبی قدریں دوسری قوم یا جماعت کی تہذیبی قدروں سے یکسانیت رکھتی ہیں تو اسے ہم محض ایک اتفاق ہی کہہ سکتے ہیں۔ تہذیب کا ایک مخصوص دائرہ ہے جو کہ ایک مخصوص علاقے، آب و ہوا، تاریخ، سیاست، معاشرہ اور اس کے رسم و رواج و مذہب تک پھیلا ہوا ہے۔ ہندوستان تہذیبی اعتبار سے ایک بے حد ثروت مند ملک ہے۔ یہاں پر شمالی ہند سے جنوبی ہند تک اور مشرقی ہند سے مغربی ہند تک تہذیب وثقافت مختلف ہے۔ ملک کے ہر حصے میں مختلف تہذیب وثقافت دیکھنے کو ملتی ہے۔ دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، میسور، عظیم آباد وغیرہ بھی انفرادی تہذیبی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ مخصوص علاقے قدیم زمانے سے تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہے ہیں۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد جب دہلی تباہ و برباد ہوگئی اور ہندوستان کی قدیم تہذیبی وراثت خطرے میں تھی، اس وقت نوابین اودھ نے تہذیب وثقافت اور علم وادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی دور میں ہی لکھنوی تہذیب اعلیٰ مقام پر پہنچ گئی تھی اور اس دور میں جو شعر وادب کی تخلیق ہوئی، اس کی بخوبی عکاسی دیکھنے کو ملتی ہے۔

اودھ کی مشترکہ تہذیب کو ہم گنگا جمنی' تہذیب بھی کہہ سکتے ہیں جس کا سب سے نمایاں پہلو یہاں کی مشترکہ روایات ہیں۔ یہاں پر ہندو اور مسلمان کسی بھی تہوار کو بڑے ہی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ یہاں پر تہوار منانے کا طریقہ ملک کی اور جگہوں سے بالکل ہی الگ نظر آتا تھا۔ نواب اودھ کے زمانے میں تہوار صرف عوام کے درمیان ہی نہیں منائے جاتے تھے بلکہ حکومت کی طرف سے بھی معقول انتظام کیے جاتے تھے۔ تہوار کے موقع پر دربار کی جانب سے تقریبات منعقد کی جاتی تھیں، جس پر اچھی خاصی رقم خرچ کی جاتی اور شاہانِ اودھ بھی خود اس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ جس طرح سے مسلمانوں کے تہوار منعقد ہوتے تھے، ٹھیک اسی طرح ہی ہندوؤں کے تہوار بھی منائے جاتے۔ اس سلسلے میں دونوں مذاہب کے درمیان کوئی بھید بھاؤ نہیں کیا جاتا تھا۔ جس سے تہوار منانے کے رسوم مذہبی سے زیادہ ثقافتی نظر آنے لگتے تھے۔ دونوں کے تہواروں کے ثقافتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی پہلوؤں میں اشتراکی صورتیں فروغ پائیں۔ ہندوؤں کے بعض تہوار ایسے تھے جن کی کچھ مذہبی رسوم کو مسلمان اپنے طور پر ادا کرتے تھے اور مسلمانوں کے کچھ تہواروں کی مذہبی رسوم کو ادا کرنے کا چلن ہندوؤں میں بھی تھا۔ اودھ کے تہواروں کے مشترکہ روایت سے متاثر ہو کر اختر بستوی لکھتے ہیں کہ :

> ''اس سلسلے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہواروں پر حکومت کی طرف سے تقریبات کا انعقاد ہوتا تھا اسی طرح ہندوؤں کے تہواروں پر بھی ہوا کرتا تھا۔ چونکہ حکمران اودھ مسلمان تھے اس لیے مسلمانوں کے تہواروں کا حکومتی سطح پر منایا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن مسلم حکمرانوں کا ہندوؤں کے تہواروں کو دربار میں منانا اور سرکاری خزانے سے ان کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کرنا ایک بہت ہی اہم بات تھی۔ یہ مذہبی وسیع النظری اور رواداری کی شاندار مثال تھی۔''
>
> (تہواروں کی مشترکہ تہذیبی نوعیت۔ اختر بستوی مشمولہ اودھ نمبر نیا دور ص۔ ۹۲)

اودھ کے تہواروں میں ہولی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ دونوں ہی مذاہب کے لوگ اسے ساتھ میں مل کر منایا کرتے اور منانے کے طریقوں میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور ساتھ ہی دربار اودھ میں سبھی لوگ اسے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ منایا کرتے تھے۔ نواب آصف الدولہ اور سعادت علی خاں دونوں ہی دھوم دھام سے ہولی کھیلا کرتے اور درباریوں کے ساتھ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ عام و خاص کے ساتھ میں مل کر 'ہولی کا دہن' کیا کرتے اور پھر اگلی صبح گلال، عبیر، زعفران سے اور پچکاریوں میں رنگ بھر کر دھوم دھام سے ہولی کھیلا کرتے اور ساتھ ہی کھیل تماشے اور مذاقیہ پروگراموں میں لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور شام ہونے تک یہ دور جاری رہتا تھا۔ شام ہوتے ہی اودھ آتش بازی کے ماحول میں رنگا ہوا نظر آتا اور اودھ میں ہولی منانے کا یہ طریقہ ہندوستان کے کسی بھی علاقے میں دیکھنے کو نہیں ملتا تھا۔

اودھ کی مشترکہ تہذیب جو کہ تہواروں کے مواقع پر نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اسے شعراء اردو نے بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ اپنے شعر و سخن کا حصہ بنایا اور عوام ان کو موقع محل کے مطابق اپنی محفلوں میں پڑھتے اور گاتے اور لوگ اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ہولی کھیلنے کی ایک بہتر مثال دیکھیے:

دستہ دستہ رنگ میں بھیگے جواں      جیسے گلدستہ تھے جوؤں پر رواں

زعفرانی رنگ میں رنگیں لباس عطر پاشی سے سبھوں میں گل کی باس
رنگ افشانی سے پڑتی تھی پھوار رنگ باراں تھا مگر ابر بہار

اردو ادب میں اودھ، احمد خاں، ص۔۱۰۸

شیخ محمد بخش مہجور لکھنوی نے نواب سعادت علی خاں کی مجلس میں ہولی کا بڑے ہی لطیف انداز میں بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

موسم ہولی کا تیری بزم میں دیکھا جو رنگ
کمٹکی نمٹ باندھی ہوں دامن کو اپنے مہوشاں
پھرتے ہیں رنگ شفق میں سب ڈوبے ہوئے
ہاتھ میں مثل ثریا سب لے کے پچکاریاں

اردو ادب میں اودھ، احمد خاں، ص۔۱۰۸

اس موقع پر مشاعرے بھی منعقد ہوا کرتے تھے۔ جس میں ہولی سے متعلق کلام پڑھے جاتے تھے۔ اس موقع پر انشاللہ خاں انشاؔ کا کلام ملاحظہ ہو۔

سانگ ہولی میں حضور اپنے لاویں ہر رات
کہ کنہیا بنیں اور سر پہ وہ دھر لیویں مکٹ
گوپنیں ہو کے پڑی ڈھونڈیں قدم کی چھائیں
بانسری دہن میں دکھا دیویں وہ ہی جمناہٹ

(اردو ادب میں اودھ، احمد خاں، ص۔۱۰۹)

ہولی کی طرح بسنت کا تہوار بھی ہندو اور مسلمان دونوں مل کر منایا کرتے تھے، دربار اودھ میں بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا جاتا اور اس پر اچھی خاصی رقم خرچ کی جاتی تھی۔ بسنت میں لوگ زرد کپڑے پہن کر زرد کاغذ کی پتنگ زرد ڈور سے اڑاتے تھے اور اس کے بعد ہندو مسلمان دونوں ہی شامل ہو کر بسنت کی تعریف میں کلام پڑھتے اور امن و آمان کی دعا مانگتے تھے۔ ڈاکٹر اختر بستوی بسنت کے تہوار کے متعلق خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ہولی ہی کی طرح بسنت کا تہوار بھی اس عہد میں ہندو مسلمان یکساں جوش وجذبے سے مناتے تھے۔ فرماں روایانِ اودھ بسنت کے جشن کے سلسلے میں بھی بڑا اہتمام کرتے تھے۔ آصف الدولہ کے دربار میں اس تہوار کا جشن بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور اس پر بھی وہ ہولی کے جشن کی طرح لاکھوں روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔ دیگر حکمران اودھ بھی بسنت کے جشن کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس روز لوگ زرد لباس پہنتے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں شہر کے باہر جمع ہو کر زرد کاغذ کی پتنگ زرد رنگ کی ڈور سے اڑاتے تھے۔ اس تہوار کے دن مسلمان گانے والے، دیگر لوگوں کے ساتھ جن میں

ہندو مسلمان دونوں شامل ہوتے تھے۔ مٹی کے برتن میں سبز خوشے اور 'گل شریف' ڈال کر کسی بزرگ کے مزار پر جا کر بسنت کی تہذیب اور اس بزرگ کی مدح میں اشعار گاتے تھے۔"

(تہواروں کی مشترکہ تہذیبی نوعیت، اختر بستوی، مشمولہ اودھ نمبر نیا دور ص۔ ۱۹۲)

اودھ کے اہم تہواروں میں دسہرہ بھی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ دسہرے کا تعلق شری رام سے ہے جو کہ رامائن کے ایک اہم کردار ہیں۔ ہندو عقیدہ کے مطابق یہ تہوار جھوٹ پر سچ کی جیت کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ اودھ میں ہندو مسلم دونوں ہی اسے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مناتے اور اس میں گاؤں اور شہر کے لوگ شامل ہوا کرتے تھے۔ یہ تہوار مشترکہ تہذیب کا ایک اہم عمدہ تہوار تھا، جس میں دونوں ہی فریق دل کھول کر ایک دوسرے کو اچھائی پر برائی کی جیت کی مبارکباد دیا کرتے تھے۔ اختر بستوی دسہرے کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دسہرے کی بھی، اودھ کے فرمانرواؤں کے دور میں بڑی دھوم ہوتی تھی۔ اس تہوار میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بھی 'نیل کنٹھ' کے درشن کے لیے مختلف مندروں میں اور دیگر مقامات پر جاتے تھے۔ خصوصیات کے ساتھ شہر کے حاکم اپنے گھوڑے اور ہاتھیوں کو مہندی اور دوسرے رنگوں سے رنگوا کر، نقرئی اور طلائی ساز و سامان اور زر نگار جھول اور عماریاں لگا کر، اپنے فوجی دستے اور ذی مرتبہ مصاحبوں کے ساتھ 'نیل کنٹھ' کے درشن کرتے تھے اور شام کے وقت رقص و سرور کی محفل منعقد ہوتی تھی۔ دسہرے کے ایام میں مسلم بچے بھی ہندو بچوں کی طرح ٹیسو رائے کی مورت بنا کر اور اسے لکڑی پر لٹکا کر شام کے وقت روزانہ ہندی کے اشعار پڑھتے ہوئے دروازے دروازے جا کر پیسہ مانگتے تھے اور جو رقم جمع ہوتی تھی اس سے خاص دسہرے کے دن مٹھائی خرید کر آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔"

(تہواروں کی مشترکہ تہذیبی نوعیت، اختر بستوی، مشمولہ اودھ نمبر نیا دور ص۔ ۱۹۲)

مسلم تہواروں میں عید الفطر اور عید الاضحی اہم تہوار ہیں، جنہیں ہم عام بول چال میں عید اور بقرا عید بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں ہی تہوار اودھ میں بڑے ہی خوشی کے ساتھ منائے جاتے تھے۔ عید کا چاند ہونے کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ خوشی کا اظہار کرتے اور ساتھ ہی کچھ لوگ اظہار خوشی میں بگل اور نقارے بھی بجایا کرتے تھے۔ نوابین اودھ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عید گاہ جاتے۔ قیمتی لباس پہن کر امراء و رؤسا، گھوڑ سوار، پیدل، فوجی، اونٹوں پر سوار فوجی ساتھ ہی توپ خانے اور نجیوں کے دستے بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد نماز عوام و خواص سبھی لوگ ایک دوسرے کو گلے مل کر عید کی مبارکباد دیا کرتے اور جس میں ہندو حضرات بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور مسلمانوں کے گھر جا کر ان کو عید کی مبارک باد پیش کیا کرتے اور سوئیں کھا کر اپنا منہ بھی میٹھا کرتے۔ نماز کے بعد حکمرانوں کے یہاں بھی ہندو مسلمان دونون ہی عید کی مبارکباد دینے جایا کرتے اور وہاں پر سبھی کو شیرینی بھی تقسیم کی جاتی۔

شاہان اودھ میں محرم کو سب سے زیادہ اہتمام و عقیدت کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ محرم میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی یاد میں اظہار غم کیا جاتا ہے۔ شاہان اودھ سے قبل محرم منائے جاتے تھے مگر اتنی اہمیت کے ساتھ نہیں۔ اس دور میں محرم کو عروج و اعزاز حاصل ہونے کی سب سے خاص

وجہ یہ تھی کہ دربار اودھ کے حکمران شیعہ تھے۔ لیکن اس دور میں صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ سنی وہندو بھی بڑی عقیدت اور سادگی کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ جس سے متعلق مرزا جعفر حسین لکھتے ہیں کہ :

”اودھ کے حکمران فراخ دل اور وسیع النظر تھے۔انہوں نے اگر ایک طرف تعزیہ داری کو فروغ دیا تھا تو اسی کے ساتھ مقامی تہواروں کو بھی اپنا لیا تھا۔درباروں میں بڑے بڑے تزک واحتشام سے ہولی کھیلی جاتی تھی اور جوش وخروش سے بسنت منایا جاتا تھا۔ان کی سرکار میں ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں کی خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان یکساں طور پر سرپرستی ہوتی تھی۔اس روادارانہ اور منصفانہ حسن سلوک کی وجہ سے بھی لکھنؤ کی عزاداری کو جو پہلے ہی رائج تھی اور زیادہ مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔“

(قدیم لکھنؤ کی آخری بہار، مرزا جعفر حسین، ص۔۳۲۴)

محرم کا چاند نظر آنے کے ساتھ ہی لوگ سبز اور سیاہ رنگ کے لباس پہننا شروع کردیتے تھے۔ ہر جگہ مجالس منعقد ہوتیں اور ساتھ ہی مختلف قسم کے جلوس بھی نکلنے شروع ہوجاتے۔ ہندو اور مسلمان عورتیں اہتمام کے ساتھ نوحے گاتی تھیں اور ساتھ ہی ماتم وعزاداری کرنے والوں میں ہر فرقے کے لوگ شامل ہوا کرتے تھے۔اصف الدولہ اور شجاع الدولہ محرم کے دوران عقیدت اور سادگی کے ساتھ عزاداری کیا کرتے اور ساتھ ہی ساتھ تمام تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آصف الدولہ تو اکثر وبیشتر ماتم کے دوران لہولہان ہوجایا کرتے تھے۔ واجد علی شاہ بھی محرم کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی سبز لباس پہن لیا کرتے اور ساتھ ہی دسویں تاریخ کی شب کو لوگوں کے گھر جاکر تعزیہ کی زیارت بھی کیا کرتے تھے۔ وہ تعزیوں پر چڑھاوا چڑھاتے اور جلوس میں وہ خود ہی تاشہ بجایا کرتے تھے۔ تعزیہ داری ایک خالص ہندوستانی رسم ہے، جس کی بنیاد ہندوستان میں ہی پڑی تھی اور اسے ابتدا سے ہی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندو بھی بڑی عقیدت پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہندو حضرات بھی عقیدت واحترام کے ساتھ تاریخ اول سے لے کر یوم عاشورہ تک مجالس میں شامل ہوتے اور نوحہ خوانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

مسلمانوں کے تہواروں میں شب برأت کو ایک اہم تہوار کی شکل میں منایا جاتا ہے۔ مسلمان اس دن طرح طرح کے پکوان اور حلوے بنا کر انہیں غریبوں مسکینوں میں تقسیم کیا کرتے اور ساتھ ہی قبرستانوں میں جاکر اپنے بزرگوں وعزیزوں کے لیے دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں۔کچھ لوگوں نے تو یہاں تک مان لیا ہے کہ شب برأت بھی محرم کی طرح ایک خالص ہندوستانی رسم ہے، جس کا تعلق اسلام سے مختلف واقعات وعقائد بتایا جاتا ہے۔ شب برأت کو منانے کے سلسلے کے متعلق مختلف روایات جڑی ہوئی ہیں، جس کو اختر بستوی تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”کچھ لوگ اس سلسلہ جنگ احد میں پیغمبر اسلامؐ کے دندان مبارک کو شہید ہونے سے اور کچھ اشخاص، حضرت امیر حمزہ کی شہادت سے جوڑتے ہیں،اور بعض حضرات اس کو ان عقائد سے منسلک کرتے ہیں کہ رات کو حکم الٰہی سے ملا کر رزق کی تقسیم اور عمر کا حساب لگاتے ہیں اور ہر شخص کا اعمال نامہ کھولا جاتا ہے اور اس کی قسمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس تہوار کے ہندوستان میں رائج ہونے کے سلسلے میں بعض لوگوں نے ہندو مذہب اور ہندو تہذیب کے اثرات کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے

کہ اکبر اعظم نے جب اپنی ملکہ جودھا بائی کے اپنے مرے ہوئے بزرگوں کو کھانا دیتے ہوئے دیکھا تو وہ اس رسم سے بہت متاثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اسلام میں بھی اس طرح کی کوئی رسم ڈھونڈھی جائے اور اس کے نتیجے میں ایک مشیر نے شب برأت کی بنیاد قائم کی جو مسلمانوں میں سارے ہندوستان میں رواج پاگئی۔'' (تہواروں کی مشترکہ تہذیبی نوعیت، اختر بستوی، مشمولہ اودھ نمبر ص۔۹۳۔۲۹۲)

اودھ میں بھی اس تہوار کو بڑی ہی عقیدت مندی کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ یہاں پر مختلف قسم کے حلوے تیار کیے جاتے اور اس کے علاوہ میٹھے پکوان بھی بنائے جاتے تھے۔ جس پر لوگ اپنے بزرگوں کی فاتحہ کرواتے اور غریبوں میں تقسیم کرتے اور پھر شام کے وقت لوگ اپنے بزرگوں کے قبرستان پر جاکر فاتحہ پڑھتے و قبروں پر روشنی کیا کرتے تھے۔ اس دن شیعہ فرقے کے لوگ امام مہدی کی ولادت کو مناتے اور ساتھ ہی ساتھ اس تہوار کو جشن کے طور پر منانے کا ایک طریقہ اور مل گیا تھا۔ اس لیے یہاں پر گھر گھر میں چراغاں ہوتا اور کئی طرح کی آتش بازیاں چھوڑی جاتی تھیں۔

تہذیبِ اودھ ہندوستان کی ایک اعلیٰ تہذیب تھی۔ جس میں بظاہر تصنع، تکلف، نزاکت اور آداب واخلاق کے عمدہ نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں اور ساتھ ہی اس عہد میں اودھ تہذیبی اعتبار سے حیدرآباد، میسور، عظیم آباد یا پھر دہلی کے مقابلے میں منفرد و ممتاز مقام رکھتا تھا۔ جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ نوابین اودھ نے سماج میں ادب وثقافت کا ایک نیا ہی رنگ بھر دیا تھا اور اودھ کی دنیا ایک الگ دنیا ہوگئی تھی، جو اس وقت کی دہلی سے کئی معنوں میں اعلیٰ معیار رکھتی تھی۔ تہذیب اودھ میں ہندو مسلم، امیر وغریب اور اونچ نیچ میں کوئی بھی فرق موجود نہیں رہا تھا اور ہندو مسلمان تہذیبی اعتبار سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہوگئے تھے۔ اسی بنا پر ہی دربار اودھ میں ہولی، دیوالی، دسہرہ، بسنت، عید اور محرم میں سبھی لوگ برابر شرکت کیا کرتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نہ کوئی بھید بھاؤ تھا اور نہ ہی کوئی تضاد دیکھنے کو ملتا تھا۔ اسی بنا پر ہی اودھ کی تہذیب ہندوستانی تہذیبوں میں ایک اعلیٰ اور منفرد مقام رکھتی ہے۔

کتابیات


| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | ادب اور تہذیب | فرمان فتح پوری | 1967 | تنویر پریس، لکھنؤ |
| ۲۔ | اردو ادب میں اودھ | احمد خان | 2010 | کتابی دنیا، دہلی |
| ۳۔ | اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب | کامل قریشی | 2000 | اردو اکادمی، دہلی |
| ۴۔ | تاریخ ادب اودھ | جمیل جالبی | 1985 | ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی |
| ۵۔ | لکھنؤ کی تہذیبی میراث | سید صفدر حسین | 1978 | اردو پبلشرز، لکھنؤ |
| ۶۔ | ہندو تہواروں کی دلچسپ اصلیت | رام پرساد ماتھور | 1991 | خدا بخش لائبریری، پٹنہ |
| ۷۔ | قدیم لکھنؤ کی آخری بہار | سید جعفر حسین | 1981 | ترقی اردو بیورو، دہلی |

- نیا دور قومی یکجہتی نمبر لکھنؤ، شمارہ مارچ اپریل 1993


☆☆☆